رسائل و مسائل

# نبی اکرمؐ کے بعد خلافت کا استحقاق

جناب عبد المالک صاحب - ناظم شعبۂ استفسارات

سوال :- شیعہ و سنی کے مسائل پر جو بحث ہوتی رہی ہے اس سے متاثر ہو کر میرے ایک دوست نے تشیعیت قبول کر لی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے چند سوالات کیے جو بقول اُن کے اگر کوئی صاحب ان کے جوابات دے کر مطمئن کر دیں تو وہ اُسے قبول کر لیں گے۔ سوال تحریر کر رہا ہوں، یا تو براہ راست جواب دیں یا مناسب سمجھیں تو ترجمان میں سوالات بمعہ جوابات کے شائع فرمائیں (مقصد کسی نئے فتنے کا دروازہ کھولنا نہیں ہے)۔

۱- حضرت علیؓ کے ہوتے ہوئے دوسرے صاحبان کس طرح خلیفہ قرار پائے۔

۲- مشاورت میں علیؓ کے مقابل کس طرح دوسرے صاحبان اپنے آپ کو علیؓ کے ہوتے ہوئے خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔

۳- غم غدیر کا خطبہ جس میں رسالتمآبؐ نے حضرت علیؓ کی شان میں یہ فرمایا کہ علیؓ کو مجھ سے ایسی ہی محبت ہے جس طرح موسیٰؑ کو ہارون سے تھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس کے باوجود علی دوسروں کے ہم پلہ قرار دیے جا رہے ہیں۔

۴- حضرت عثمان غنیؓ جیسے صاحبوں کے ہوتے ہوئے بھی آل نبیؐ کے گھر میں فقر و فاقہ کیوں ہوا۔

۵- اعلیٰ کے ہوتے ہوئے ادنیٰ کی روایات کو کیوں لیا جاتا ہے (جس کی وجہ سے

طریقہ عبادت ہر دو فرقوں میں مختلف ہے۔ یہاں سبب میں نے ادنیٰ و اعلیٰ کی تشریح چاہی تو ہمارے دوست نے کہا کہ حدیث کے معاملے میں غلام پر کیوں اعتماد کیا جائے جب کہ حضرت علیؓ کی اولاد وغیرہ سے کیوں نہ پوچھا جائے۔ اسی طرح ایک بحث کے دوران اُن ہی صاحب نے مولانا مرحوم پر ایک بہتان لگایا کہ مولاناؒ نے حضرت عثمانؓ کے بارے میں گستاخانہ الفاظ تحریر فرمائے (خاکم بدہن) حوالہ خلافت و ملوکیت کا دیا۔ لیکن وہ اپنی بات ثابت نہیں کر سکے۔

مجھے آپ کی علمی مصروفیات کا بھی شدت سے احساس ہے لیکن جناب سے انتہائی ادب سے التماس کرتا ہوں کہ ان سوالات کے جوابات مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔ احباب کو سلام کہیے۔

**جواب:-** حضرت علیؓ کے بجائے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کو کیوں خلیفہ بنایا گیا؟ کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے خلیفہ بنانا تھا انہوں نے ان لوگوں کو خلیفہ بنا دیا اُن کے ساتھ تعاون کیا اور اس طرح انہوں نے اپنا دور گزار لیا۔ یہ سوال کسی کو کرنا تھا یا اس سوال کی ضرورت تھی تو آج نہیں، بلکہ اس وقت تھی تاکہ غلطی کی صورت میں اس کا ازالہ ہوتا اور لوگ مذکورہ حضرات کے بجائے کسی اور کو ان کی جگہ منتخب کر لیتے لیکن اس وقت تو یہ سوال نہ اُٹھایا گیا۔ حضرت علیؓ نے بھی عوام کے سامنے یہ مسئلہ نہیں رکھا اور نہیں کہا کہ اُن سے غلطی ہوئی ہے بلکہ دنیا کی تاریخ میں ایسی متفق علیہ خلافتیں یا حکومتیں شاید ہی کبھی وجود میں آئی ہوں۔ اب یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ اس دور کے لوگوں جن کے سامنے خلفاء ثلاثہ اور حضرت علی موجود تھے جو انہیں ہم سے زیادہ جانتے تھے اور اس بات کے زیادہ ضرورت مند بھی کہ انہیں اچھے حکمران ملیں کو غلطی لگ گئی اور انہوں نے صحیح انتخاب نہیں کیا تھا۔ اگر بالفرض انہوں نے صحیح انتخاب نہیں بھی کیا تو اس میں ہمارا کیا نقصان ہے۔ نقصان جو بھی تھا انہیں کا تھا۔ جب رعیت خود ایسے حکمرانوں پر راضی ہو تو کسی دوسرے کو اس پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے کیا وہ ان لوگوں کا خود ان سے زیادہ خیر خواہ ہونے کا مدعی ہے اور ان سے زیادہ ان کے حکمرانوں کے متعلق معلومات رکھتا ہے۔ ان دونوں دعووں کو کوئی بھی ذی عقل تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا۔ اس کی

بہ نسبت یہ بات زیادہ معقول ہوگی کہ بعد میں آنے والے اپنے دور کی فکر کریں اور ان مرحومین کی فکر میں نہ گھلیں جن کو اب ان کی فکر مندی کا نہ تو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی ان کی فکر مندی کا فریضہ انہیں سپرد کیا گیا ہے۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ لوگ تو خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر راضی نہ تھے لیکن یہ حضرات قوت کے بل بوتے پر مسلط ہوگئے تھے۔ اس لیے کہ اولاً تاریخ اس کی تردید کرتی ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ اگر ایسا ہوتا تو ان خلافتوں کے خلاف بغاوت ہوتی اور نہیں تو کم از کم حضرت علیؓ جو بقول شیعہ خلیفہ بلا فصل تھے۔ وہی ناحق خلفا کے خلاف میدان میں نکلتے بلکہ جب اس کا موقع آیا اور حضرت علیؓ کی برحق خلافت (جو خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے بعد انہیں ملی اور انہی لوگوں نے انہیں خلیفہ منتخب کیا جنھوں نے خلفائے ثلاثہ کو خلیفہ منتخب کیا تھا) کو امیر معاویہؓ نے چیلنج کیا تو وہ ان کے خلاف میدان میں نکلے اور دو مشہور جنگیں برپا ہوئیں جن میں ہزاروں کی تعداد میں دونوں طرف سے مسلمان مارے گئے۔ اگر خلفائے ثلاثہ کی خلافتیں حضرت علیؓ کے لیے چیلنج ہوتیں اور ان خلافتوں نے حضرت علیؓ کی خلافتِ بلا فصل غصب کی ہوتی تو حضرت علیؓ ان کے خلاف میدان میں نکلتے۔ اگر غاصبین کے خلاف نکلنا ضروری تھا تو پھر خلفاء ثلاثہ کے خلاف خروج کیوں نہ کیا۔ اور نکلنا ضروری نہیں تھا تو امیر معاویہ کے خلاف خروج کیوں کیا۔ اس سوال کا یہ جواب اس وقت ہے جب شیعہ حضرات خلافت کو ایک انتخابی منصب قرار دیں۔ اور امتِ مسلمہ کے لیے یہ حق تسلیم کریں کہ وہ جسے اپنا خلیفہ مقرر کرنا چاہے مقرر کرسکتی ہے جیسے کہ اہل السنت والجماعۃ کا یہی نظریہ ہے۔ اور قرآن پاک، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور تاریخِ اسلام سے اسی نظریۂ خلافت کی تائید ہوتی ہے۔

قرآنِ پاک صاف اور صریح الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فرد کو اپنا نائب مقرر نہیں کیا بلکہ پوری امت آپ کی نائب ہے۔

وکذٰلک جعلنٰکم اُمّۃً وسطاً لِتکونوا شھداء علی الناس و یکون الرّسول علیکم شھیدا۔

"اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو امت وسط (اعلیٰ امت) بنایا ہے تاکہ تم دنیا بھر کے انسانوں پر حق کے گواہ بنو اور رسولؐ تم پر گواہ بنے۔"

"کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ"

"اب تم وہ بہترین امت ہو جسے انسانوں کی ہدایت اور اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے تم معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔"

"وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً"

"اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور عمل صالح کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں اسی طرح خلافت دے گا جس طرح اس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلافت دی تھی اور وہ ان کے لیے اُس کے پسند کردہ دین کی بنیادوں کو مضبوط کر دے گا اور ان کی حالتِ خوف کو امن سے بدل دے گا وہ میری بندگی کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔"

جب خلافت اور جانشینی اُمت کے لیے ہے اس کے کسی فرد کے لیے نہیں تو اس سے خود بخود یہ لازم آتا ہے کہ اُمت اپنی خلافت چلانے کے لیے اپنے میں سے کسی فرد کا انتخاب کرے۔ وہ فرد جو اس طرح سے منتخب ہو کر آگے آئے گا وہ برحق خلیفہ ہوگا اور جو خود بخود لوگوں پر مسلط ہو جائے وہ خلیفہ نہیں بلکہ اُمت کے حقِ خلافت کو غصب کرنے والا ہوگا اور وہ اس بات کا اہل نہیں ہوگا کہ اُسے خلیفۃ المسلمین کہا جائے بلکہ وہ ملک اور بادشاہ قرار پائے گا۔ خلفائے ثلاثہ اور حضرت علیؓ اور حضرت حسن رضوان اللہ علیہم اجمعین چونکہ منتخب تھے اس لیے یہ سب خلفائے راشدین کہلائے اور بنو اُمیہ، بنو عباس اور بنو عثمان منتخب نہ تھے اس لیے بادشاہ کہلائے اور اُن کا دور دورِ ملوکیت کہلایا۔

یہ نظریۂ خلافت حکومت کے ہم معنی ہے یعنی مسلمان اسلام کی بنیاد پر دوسرے

لوگوں سے علیحدہ قوم ہیں ان کا اپنا معاشرہ، اپنی سوسائٹی، اپنی حکومت اور اپنا نظام ہے، لٰہذا ایک معاشرہ جس کی ضرورت حکومت ہے اسے مسلمان خود قائم کریں۔

اللہ تعالیٰ نے بھی ایسی ہی خلافت کا وعدہ کیا ہے جس میں ایسی حکومت ہو جو دین کو اور اس کی بنیادوں کو مضبوط کرے۔ امن و امان قائم کرے اور خود بھی اسے دشمن کا ڈر نہ رہے اور وہ اللہ کی بندگی کرنے والی اور شرک و کفر سے محفوظ ہو۔

لیکن شیعہ اس طرح کی خلافت کے قائل نہیں ان کے نزدیک اصل خلیفہ اُمتِ مسلمہ نہیں، بلکہ حضرت علیؓ اور بارہ ائمہ معصومین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خلیفہ بنایا ہے اس لیے اُمت کا کام خلیفہ منتخب کرنا نہیں بلکہ اللہ کے منتخب کردہ خلیفہ کو ماننا ہے۔

شیعہ حضرات نے یہ نظریہ اس لیے اختراع کیا ہے کہ پہلے نظریہ کے مطابق وہ خلفاء ثلاثہؓ کی خلافت پر اعتراض نہیں کر سکتے تھے اس لیے کہ اس کے مطابق امت کو خلیفہ منتخب کرنے کا حق تھا اور اس نے اپنا حق استعمال کرتے ہوئے خلفاء ثلاثہ کو منتخب کیا اور چوتھے نمبر پر حضرت علیؓ کو بھی منتخب کیا اور تاریخ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ یہ خلافتیں عوام کی رضا مندی سے قائم ہوئیں اور رضا مندی سے چلیں اور تمام مسلمانوں نے اہل بیت سمیت ان سے تعاون کیا اس لیے مجبوراً شیعہ حضرات نے یہ نظریہ نکالا کہ "خلافت اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ اور ائمہ معصومین کو خلیفہ بنایا تھا لیکن مسلمانوں نے اللہ کے فیصلے کے بجائے اپنا فیصلہ نافذ کیا اور اللہ کے مقرر کردہ خلفاء کو مسترد کر دیا۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے جو خلافت دی تھی وہ قائم نہ ہو سکی اس طرح اللہ تعالیٰ نے جس خلافت کا "وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت" کے الفاظ سے وعدہ کیا تھا وہ وجود میں نہ آ سکی۔

شیعہ حضرات کا یہ نظریہ اولاً تو ان مذکورہ آیات کے خلاف ہے۔ ثانیاً جس خلافت کی مسلمانوں کو ضرورت تھی (خلافت یا اقتدار) شیعہ نظریہ کے مطابق وہ ضرورت ابھی تک پوری نہیں ہوئی۔ ثالثاً پوری اُمت مسلمہ اہلِ بیت سمیت اس نظریہ کی رُو سے خدا کی باغی بن جاتی ہے۔ رابعاً یہ نظریہ درست ہوتا تو حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اپنے دور

میں اُمت سے کہنے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خلیفہ بنایا ہے اس لیے اُمت کو خلافت کے مسئلہ پر غور و فکر کرنے اور مشاورت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ خدا کی طرف سے تقرری کی علامتوں کو جاننے کی ہے۔ اور یہ ہیں وہ علامات جن کی بنا پر ہم خلافت کے قائل ہیں۔ لیکن شیعہ سنی لٹریچر اس بات پر متفق ہے کہ حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ نے اس طرح کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ شیعہ سنی روایات سے ثابت ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب لوگوں نے آپ کو خلیفہ بنانے کی کوشش کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ کام مہاجرین اور انصار جو اہل حل و عقد ہیں جنہوں نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو خلیفہ بنایا تھا کی صوابدید پر ہے وہ جسے خلیفہ بنائیں وہی خلیفہ ہوگا۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں" ان ھذا امرکم لیس لاحد فیہ حق الا ان امرتم" یہ تمہارا کام ہے اس میں کسی کا کوئی حق نہیں اِلّا یہ کہ تم اسے امیر بنا دو" تاریخ طبری ص ۱۵۵ ۱۵۶، ۱۵۷)۔ خامساً اس طرح کی خلافت جو بلا اقتدار ہو اس وعدے کا مصداق نہیں بنتی جس طرح کی خلافت کا اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ایسی خلافت کا وعدہ کیا ہے جو با اقتدار ہو جس کا وجود شیعہ نظریہ کے مطابق ابھی تک نہیں ہوا۔ اگر حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے بعد خلیفہ بنے ہیں تو اُن کی یہ خلافت مسلمانوں کے انتخاب سے قائم ہوئی ہے اللہ کی طرف سے تقرر کی بنا پر نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے (شیعہ مذہب کے مطابق) حضرت علیؓ کا خلافت پر تقرر پہلے سے تھا اس بنیاد پر انہیں خلیفہ بنایا گیا ہوتا تو شروع سے انہیں خلافت مل گئی ہوتی یا وہ اس بنیاد پر خلافت کا دعویٰ کرتے لیکن ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ سو نہ تاریخ میں حضرت علیؓ کی خلافت کے بارے میں تواتر سے تصریح ہوتی کہ انہوں نے اللہ کی طرف سے تقرری کا دعویٰ کیا اور لوگوں نے اس بنا پر ان کی خلافت تسلیم کی اور اگر خلافت بلا اقتدار پر ان حضرات کو فائز کیا گیا تھا نہ کہ خلافت با اقتدار پر تو پھر یہ ایک روحانی اور علمی قسم کی خلافت ہوئی جیسے کہ شیعہ علماء نے لکھا ہے تو ایسی صورت میں یہ سوال لغو ہو جاتا ہے کہ ان کے بجائے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو کیوں خلافت دی گئی اس لیے کہ انہیں جو خلافت دی گئی وہ خلافت بمعنی حکومت کے ہے اور یہ خلافت حضرت علیؓ کے پاس نہ تھی جسے چھینا گیا ہو ان کے پاس تو روحانی اور علمی خلافت تھی (بقول شیعہ) اور یہ چھیننے کی چیز نہیں ہے۔ پھر یہ بھی

کوئی نہیں کہہ سکتا کہ حضرت علیؓ کو روحانی اور علمی فیض پہنچانے سے روکا گیا تھا اور اس پر اس میدان میں کوئی پابندی لگادی گئی تھی۔ اس کے برعکس اس سلسلے میں حضرت علیؓ سے مشورے ہوتے تھے اور ان کی قدر کی جاتی تھی۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ ہے تو یہ روحانی اور علمی خلافت لیکن لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اس کی معرفت حاصل کریں اور حکومت انہیں سپرد کریں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے نفع کے بجائے نقصان ہے کہ امت کو ہمیشہ کے لیے خلیفہ کی پہچان کی آزمائش سے دوچار کر دیا جائے اور ان کی ضرورت کو پورا کرنے کے بجائے اس مشکل میں ڈال دیا جائے تاکہ وہ کبھی بھی اس میں کامیاب نہ ہوں جیسے اس نظریہ کے مطابق امت ہمیشہ سے اب تک اس میں ناکام ہے اور اپنی ضرورت دوسرے طریقوں سے پورا کر رہی ہے۔ اس لیے حکومت کے بغیر گزارہ نہیں گویا خدا کی دی ہوئی خلافت تو بے کار گئی اور کام اس کی بجائے دوسری طرح کی حکومت سے چلایا گیا۔ اس طرح تو یہ خلافت رحمت کی جگہ زحمت بن گئی کہ کام بھی نہ آئی اور امت اس کی معرفت میں ناکام ہو کر گنہ گار بھی ہو گئی۔ اس طرح کی خلافت تو نبوت کی طرح کی آزمائش ہے۔ اگر ایسی خلافت جاری کرنی تھی تو اس کی بجائے سلسلۂ نبوت ہی جاری کر دیا جاتا۔

۲۔ آپ کے دوست کی دوسری بات کہ "من کنت مولاہ فعلی مولاہ وانت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی" سے حضرت علیؓ کی خلافت ثابت ہوتی ہے درست نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو غزوہ تبوک کے موقع پر مدینہ میں نائب بنا کر چھوڑ گئے تھے لیکن منافقین جو بلا عذر پیچھے رہ گئے تھے انہوں نے حضرت علیؓ کو بھی اپنے زمرہ میں شامل کرتے ہوئے پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ وہ بھی بلا عذر پیچھے رہ گئے تھے۔ اس طرح ان منافقین نے حضرت علیؓ کے اخلاص ایمان کو مشکوک بنانے کی کوشش کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رد میں فرمایا کہ جو مجھ سے دوستی کا دعویٰ کرتا ہے وہ حضرت علیؓ سے بھی دوستی کرے اس لیے کہ وہ مخلص مومن ہیں اور اہل ایمان ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں "والمومنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض (القرآن) اور میرا اسے وقتی طور پر مدینہ میں اپنا نائب بنا کر چھوڑنے سے یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ مستقل خلیفہ ہیں اس لیے

کہ مستقل اور نامزد خلیفہ تو نبی ہو سکتا ہے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ جب نبوت کا دروازہ بند ہو جائے تو افراد کی بجائے اُمت خلیفہ ہوتی ہے۔" اس روایت سے تو اُلٹا یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی خلیفہ نہیں ہوں گے اس لیے کہ فرد کی خلافت کا سلسلہ بایں معنی کہ اللہ اسے نامزد کرے ختم نبوت کے ساتھ ختم ہو گیا۔

۳۔ آپ کے دوست کا تیسرا سوال کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر چولہا نہیں جلتا تھا درآنحالیکہ حضرت عثمانؓ لاکھوں کے مالک تھے، کا مختصر جواب یہ ہے کہ آپ کا فقر اختیاری تھا۔ آپ کے پاس حضرت عثمانؓ اور دیگر اصحاب اپنا مال لاتے تھے لیکن آپ اسے اپنے اُوپر خرچ کرنے کے بجائے فی سبیل اللہ خرچ کر دیتے تھے اور آپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دوسرے صاحبِ مال لوگ بھی اپنا مال فی سبیل اللہ قربان کرتے تھے۔

۴۔ چوتھا سوال کہ اعلیٰ کی بجائے ادنیٰ کی روایت کیوں لیتے ہیں تو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ اہل سنت والجماعۃ خلافت و امامت کے مسئلے میں اعلیٰ کی روایات بلکہ متواتر روایات کو بنیاد بناتے ہیں (مثال کے طور پر حضرت علیؓ کی روایات ہم نقل کر چکے ہیں)۔ اگر آپ کے دوست اعلیٰ اور ادنیٰ کا فرق نسب اور نسل کی بنیاد پر کرتے ہیں تو یہ قرآن و سنّت کے خلاف ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا فضل لعربی علی عجمی" اور اگر نیکی میں اعلیٰ اور ادنیٰ ہونا مراد ہو تو اس لحاظ سے اہل سنت اعلیٰ کی روایت لیتے ہیں اور ان کے نزدیک سارے صحابہ اعلیٰ ہیں اور اس لیے ان سب کی روایات مقبول ہیں۔

آخر میں گذارش ہے کہ آپ کے دوست کے غور و فکر کے لیے چند اشارات پیش کر دیے ہیں۔ اگر وہ خالی الذہن ہو کر آخرت میں جواب دہی کے احساس سے ان کی روشنی میں سوچ و بچار کریں گے تو انشاء اللہ انہیں اطمینان ہو جائے گا۔ اللہ کرے وہ مطمئن ہو جائیں اور گوہر مقصود کو پا لینے کی سعادت سے سرفراز ہوں۔ آمین۔

---